تحریک انصاف کی تنظیم سازی میں ناانصافیاں

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ سے پیوستہ 30 اکتوبر کو مینار پاکستان لاہور کے جلسے میں عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر جب عمران خان کے سامنے تھا تو کپتان نے عوامی بحر کی موجوں میں اضطراب دیکھ کر اسے سونامی سے تشبیہ دے ڈالی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس جلسے کے بعد پی ٹی آئی کی مقبولیت کا گراف مہنگائی اور کرپشن کی طرح تیزی سے بڑھنا شروع ہو گیا۔ عمران خان کی یہ سونامی میاں برادران کا وہ سکھ چین اور آرام جو صدر آصف علی زرداری نے اُنہیں فراہم کر رکھا تھا بہا لے گیا اور بادل نخواستہ اپنا لائحہ عمل تبدیل کرنا پڑا۔ مسلم لیگ نون نے تحریک انصاف کو اپنا حقیقی حریف سمجھ کر انتخابات کی تیاری کے تمام مراحل اپنے ''سابقہ تجربات'' کو بروئے کار لا کر طے کیے جس کا نتیجہ عوام کے بھاری مینڈیٹ کی صورت میں ملا۔ تحریک انصاف خیبر پختونخواہ کے علاوہ کسی بھی صوبے میں وہ کامیابی حاصل نہ کر سکی جس کی اس سے توقع کی جا رہی تھی۔ تحریک انصاف درحقیقت پہلی مرتبہ پوری قوت کے ساتھ انتخابات میں حصہ لے رہی تھی۔ تنظیم سیاسی، مذہبی یا سماجی ہو اس کو کامیابی سے چلانے کے لیے مناسب تنظیم سازی بنیادی شرط ہوتی ہے۔

بیرون ممالک میں مقیم پاکستانی کمیونٹی کی اکثریت پی ٹی آئی کی حمایتی ہے۔ انٹرا پارٹی الیکشن سے قبل شوکت خانم ٹرسٹ ہسپتال کی فنڈ ریزنگ کے علاوہ تحریک انصاف کی سیاسی سرگرمیاں بہت منظم طریقے سے ہو رہی تھیں مگر پارٹی کے الیکشن نے یہاں (برطانیہ) کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں ایک پلیٹ فارم تلے جمع ہو کر کام کرنے کی بجائے منتشر ہو کر ایک دوسرے کے خلاف مہم جوئی شروع کر دی۔ پارٹی کے اندر پارٹیاں بن گئیں، انٹرا پارٹی الیکشن برطانیہ کی بدانتظامیوں اور ناانصافیوں کے نتیجے میں پی ٹی آئی نے رابعہ جیسی محنتی اور پرانی ورکر کو مسلم لیگ نون میں شمولیت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ انٹرا پارٹی الیکشن کے لیے حامد خان صاحب کو الیکشن کمیشن کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حامد خان وکلاء برادری میں ایک بڑا نام ہے جو مشرف دور میں کچھ زیادہ ہی بڑا ہو کر سامنے آیا۔ مشرف دور میں سپریم بار کے صدر منتخب ہوئے مگر اس کے بعد سپریم بار، پنجاب بار اور لاہور بار کے انتخابات میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ تحریک انصاف کے فاؤنڈرز میں ان کا شمار ہوتا ہے مگر حیرانگی ہے 30 اکتوبر کے جلسے سے قبل تحریک انصاف کے وائس چیئرمین ہونے کے باوجود کبھی تنظیمی عہدہ اپنے نام کے ساتھ استعمال نہیں کیا بلکہ سابقہ صدر سپریم کورٹ بار لکھوانا زیادہ مناسب خیال کیا۔ عمران خان نے حامد خان کو انٹرا پارٹی الیکشن کا الیکشن کمیشن مقرر تو کر دیا مگر افسوس وہ اس اہلیت پر پورے نہ اتر سکے۔ انٹرا پارٹی الیکشن میں کئی ہزار شکایات موصول ہوئیں جو آج تک التوا کا شکار ہیں۔ پارٹی میں منتخب ہونے کا معیار قابلیت، دیانتداری، سیاسی بصیرت، تحریک انصاف کے بنیادی منشور سے مطابقت اور وفاداری کی بجائے پیسے کو رکھا گیا۔ انٹرا پارٹی الیکشن متناسب نمائندگی (Propotional Representation) پر کروایا گیا۔ یعنی الیکشن میں حصہ لینے والے کو اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ وہ کس عہدے کے لیے منتخب ہو رہا ہے۔ رائٹ آف ووٹ کا تعین کیے بغیر پاپولر ووٹ کی بنیاد پر یونین کونسلز کے نمائندوں کو منتخب کروایا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کے وسائل زیادہ تھے وہ پارٹی کے بڑے عہدوں تک پہنچ گئے۔ SMS کے

ذریعے ووٹ دینے کی سہولت دی گئی مگر فنی وجوہات کی وجہ سے اور کچھ دیر سے ووٹ کاسٹ ہونے سے بہت سے ووٹ ضائع ہوگئے۔لاہور کے صدر، جنرل سیکرٹری اور ٹاؤن کا صدر اور جنرل سیکرٹری کا پہلے دن کر دیا گیا جس کے بعد ہارنے والوں نے ووٹ کا ریکارڈ جلا دیا۔جس کا باقاعدہ تھانہ سول لائنز لاہور میں مقدمہ درج ہوا۔لاہور کے الیکشن کے بعد ریجن کا الیکشن پھر صوبوں کا الیکشن ہوا۔جیسے جیسے بڑے عہدے کا انتخاب کی سمت بڑھتے جاتے تو انتخاب لڑنے کی فیس میں بھی اضافہ ہوتا جاتا۔یونین کونسل میں منتخب ہونے کیلئے فیس 500 روپے مقرر کی گئی تھی جو مرکز تک الیکشن میں حصہ لینے کی صورت میں 75 ہزار تک پہنچ گئی۔میاں محمود الرشید عمران خان کو ''ڈیڈ ہارس'' کہہ کر 1998ء میں پارٹی کو خیر باد کہہ دیتا ہے مگر 2008ء میں دوبارہ شمولیت کرتا ہے تو اسے پھر لاہور کا صدر بنا دیا جاتا ہے۔لاہور میں میاں محمود الرشید (IJI) کے پلیٹ فارم سے انتخاب لڑ کر جیتا جن انتخابات کے متعلق سپریم کورٹ نے بعد ازاں یہ فیصلہ دیا تھا کہ عوامی مینڈیٹ چوری کیا گیا۔انٹر پارٹی الیکشن میں سالہا سال لاہور کا صدر رہنے والا میاں محمود الرشید لاہور سینٹرل پنجاب، پنجاب تک کا الیکشن ہارا لیکن بعد ازاں اپنے پرانے جماعتی ساتھی چوہدری اعجاز (جو اُس وقت تک پنجاب کے صدر منتخب ہو چکے تھے) اور شبیر سیال کی مہربانی سے مرکز میں نائب صدر منتخب ہو گئے۔انٹر پارٹی الیکشن میں بننے والی تنظیم خالصتاً پیسے کے بل بوتے پر معرضِ وجود میں آئی اور اس سے تحریک انصاف کے غریب ورکرز کو الیکشن میں حصہ لینے سے سرمایہ دارانہ سازش کے تحت روکا گیا۔لاہور میں الیکشن کمیشن پر حملہ کر کے ووٹ جلانے والوں میں مرکزی ملزم کو صوبائی اسمبلی کی ٹکٹ دی جاتی ہے جبکہ 16 برس سے اچھے برے وقت کے دیانتدار مخلص اور باکردار لوگوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ٹکٹوں کی تقسیم سے ہی پارٹی تقسیم ہونا شروع ہوگئی اور سونامی ناانصافی کے طلاطم میں کہیں گم ہوگئی۔تنظیم کی کوئی میٹنگ نہ کی گئی۔علیم خان لاہور کا لینڈ مافیا ہونے کے باوجود پارٹی ٹکٹ سے نوازہ گیا جو اُس نے تحریک انصاف کے منہ پر دے ماری اور اپنے دو کارِ خاص نصر اللہ مغل اور شعیب صدیقی کو ٹکٹ دلوا دیئے۔موجودہ انتخابات میں لاہور میں پی ٹی آئی کے صرف 4 امیدوار کامیاب ہوئے اور حیران کن بات یہ ہے کہ ان میں تحریک انصاف کے چیئر مین کا نام شامل نہیں بلکہ کامیاب ہونے والے 3 امیدواروں کا تعلق اس حلقے سے ہے جہاں عمران خان سٹیج سے گرے یا گرائے گئے تھے۔ کامیاب امیدواروں میں ایک نام مراد راس ہے جو حمزہ شہباز شریف ماضی قریب میں قریبی رشتے داری رکھتے تھے۔میاں محمود الرشید کے روابط ایسی قوتوں سے ہمیشہ رہے ہیں جو انتخابات جتوانے کا طلسماتی فن جانتی ہیں۔شفقت محمود بھی فاروق لغاری اور محترمہ بینظیر بھٹو کی حکومت میں اپنی شر انگیزی دکھا چکے ہیں۔یہ شاید مکافات کے عمل کا نتیجہ ہے کہ حامد خان نے جیسے انٹرا پارٹی الیکشن میں بے ضابطگیوں کے ریکارڈز بنائے ان کو جناب فخر الدین جی ابراہیم نے توڑ دیا۔غریب ورکروں کی بد عائیں حامد خان کے تعاقب میں تھیں جن کا اثر ان کو شکست کو صورت میں دیکھنا پڑا۔حامد خان نے پارٹی الیکشن کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو قبل از وقت یہ خبر سنا دی تھی کہ اگر کوئی شخص پارٹی کے الیکشن کے خلاف احتجاج کرے گا یا میڈیا میں جا کر اپنا منہ کھولے گا تو اس کو پارٹی سے نکال دیا جائے گا۔مگر خدا تعالی کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں جو حامد خان کل تحریک انصاف کے وفادار ورکرز کو احتجاج سے روک رہا تھا آج خود احتجاجی کیمپ لگا کر بیٹھا ہے۔پی ٹی آئی کی خواہش ہے کہ دھاندلی کے خلاف تحریک چلائی جائے مگر دنیا کی کوئی تحریک تنظیم کے بغیر نہ چل سکی ہے اور نہ ہی کامیاب ہوسکتی ہے۔حامد خان نے جو تنظیم سرمائے کی بنیاد پر بنا کر عمران

خان کے حوالے کی ہے وہ کسی تبدیلی کا پیش خیمہ کیا بنے گی ؟ایسی تنظیم کو احتجاج اور دھرنوں سے روکنے کے لیے آدھی درجن پولیس کے سپاہی ،2حوالدار اور 1اے ایس آئی ہی کافی ہوگا۔برطانیہ میں منتخب ہونے والوں کی شکل صورت بھی لاہور کے قائدین سے مختلف نہیں لیکن انسان اپنی غلطیوں سے سیکھتا ہے عمران خان کو یقیناً ایسے لوگوں پر اعتبار کر کے جن کا کردار ،نظریہ اور سوچ تحریک انصاف کے منشور کے متصادم یا متضاد ہے کافی نقصان ہوا ہے۔ کپتان سے جیتا تو جا سکتا ہے مگر کپتان سے ہار منوانا ممکن نہیں ،اب مستقبل میں جیتنے کے لیے ماضی کی غلطیوں کو ذہن میں رکھ کر تنظیم سازی کرنا ہوگی۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن ۔سرے

sohailloun@gmail.com

25-05-2013.